

طبی میدان عمل میں ضرورت کی بنیاد پر رخصت کا اطلاق

The Need Based Optimal Concessions and its Implications in Medical Field

*ڈاکٹر نجیب الحق

**ڈاکٹر دوست محمد خان

Abstract:

This research article discusses optimal concessions (Al-Rukhsa) in light of the views of Jursists in medical context. The study adopted an analytical method to analyze Quranic Verses, Ahadith and the principles of Fiqh and reliable classical juristic writings related to this particular topic. The study came up with several results and one of the important results is the emphasis on the permissibility of the idea of looking for the optimal concessions to be acceptable if certain conditions and criteria are duly fulfilled. It also conclude that the reforms of Islamic laws as well as juristic thoughts in the modern era can not oppose the Islamic fundamentals related to the idea of religious information as long as that reformation does not alter the fundamentals of Islam.

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔ پیشہ طب کے شعبہ سے نسلک ایک مسلمان ڈاکٹر کے لئے یہ بہت ضروری ہے کہ وہ اس شعبہ سے متعلق اسلام کی بنیادی اصولوں کو سیکھے اور اسے عملی جامہ پہنائے۔ مسلمان طبیب ایک غیر ذمہ دار انسان نہیں ہوتا بلکہ شعبہ طب سے وابستہ ہر مرد و زن کا یہ فریضہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو پہچانے اور اس کائنات میں رب کائنات کے خلیفہ کی حیثیت سے اپنے مقام کو جان لے۔ ایک مشہور مقولہ ہے۔ من عرف نفسہ فقد عرف ریہ^۱ یعنی جس نے اپنے آپ کو پہچانا گویا اس نے اپنے رب کی معرفت کی راہ لی۔ پہچانے کا مطلب یہ نہیں کہ میں کس کی اولاد ہوں یا میرا قبیلہ اور ملک کون سا ہے بلکہ پہچان سے مراد یہ ہے کہ ایک ڈاکٹر یہ جان لے کہ بحیثیت ایک مسلمان اس معاملہ

* ڈین پشاور میڈیکل کالج

** ڈاکٹر یکٹر، شیخ زايد اسلامک سنٹر، پشاور یونیورسٹی۔

میں میری حیثیت کیا ہے؟ جب یہ حقیقت اس کے ذہن نشین ہو جائے تو پھر اس پر معرفت ربّانی کے راز کھلتے جائیں گے جو اس کے رویوں میں ثبت تبدیلی کا باعث بنیں گے۔

انسانی تخلیق میں فلسفہ خلافت کا رفرما ہے۔ ارشاد ربّانی ہے انی جاعل فی الارض خلیفہ اس کا یہ مطلب نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو کرسی پر بٹھا دیا۔ بلکہ اس کا تصور یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی صفات کا مظہر ہے۔ وہ صفات جو فرشتوں میں ظاہر نہیں ہو رہی تھیں زمین پر انسان ان صفات کا مظہر ہے۔ اس دنیا میں اللہ کی خلافت کا تقاضا ہے کہ اس کے رویوں میں ان صفات کا اظہار ہو۔

ڈاکٹر حقيقة بنیادی طور پر اللہ کی صفت "شانی" کا مظہر ہے اور اس کے پیشے کا تقاضا ہے کہ اس میں اللہ کی دوسری صفات مثلًا حیم، کریم ستار، غفار، عفور، صبور، حليم، حکیم، ودود، عادل، سمعی اور بصیر وغیرہ کا اظہار بھی ہو۔ جیسے صفت شانی کا مطلب یہ ہے کہ دو اتو ڈاکٹر تجویز کرتا ہے لیکن شفاف اللہ دیتا ہے اور ڈاکٹر کو دوالکھنے کی یہ صلاحیت اللہ رب العزت ہی کی عطا کر دے ہے۔ اسی طرح اسے مریضوں سے معاملات کے دوران اس کے عمل میں ان دوسری بیان کردہ صفات (اس کے علاوہ بھی کئی نام و صفات ہیں جو ایک ڈاکٹر کے پیشے اور کام سے متعلق ہیں) کا اظہار بھی ہونا چاہئے۔ یہ وہ بنیادی نقطہ ہے جو دل میں اتر جائے تو ایک مسلمان ڈاکٹر کے اخلاق اور روئی میں تبدیلی کی جھلک ضرور دکھائی دے گی اور اسے احساس و ادراک ہو گا کہ وہ اس زمین پر اللہ کی خلافت کا حق کیسے ادا کرتا ہے۔

شعبہ طب سے وابستہ افراد اور اداروں کا یہ فریضہ ہے کہ وہ ضرورت کے موقع کو کم سے کم رکھنے کی کوشش کریں۔ خصوصاً موجودہ زمانے میں ضرورت کو سامنے رکھتے ہوئے خواتین کو طبقی میدان میں اتنے موقع فراہم کر دیں کہ وہ طبقی میدان میں خود کفیل ہو جائیں اور آپریشن یا دوسری طبقی ضرورتوں کے لئے مردوں کی خدمات حاصل کرنے کی حاجت و ضرورت ہی باقی نہ رہے۔ ایسے ہی مردوں کا بھی فرض بنتا ہے کہ وہ بھی خواتین سٹاف وغیرہ کی ضرورت کو کم سے کم رکھیں اور تبادلہ مردانہ عملے کی ٹریننگ کا بندوبست کریں تاکہ بالآخر ایک ایسا ماحول پیدا ہو جس میں خواتین مریضوں کے لئے خواتین ڈاکٹر اور عملہ اور مردوں کے کے لئے مردانہ عملہ میسر آ جائے تاکہ صنف مخالف سے استفادہ کی ضرورت ہی باقی نہ رہے یا کم از کم بہت محدود ہو جائے۔

پیشہ ورانہ ذمہ داریوں کے وقت ایک مسلمان ڈاکٹر رنگ، نسل، جنس اور منہب کی تفریق سے بالاتر ہو کر اپنے پیشے کے فرائض کی ادائیگی اور مریضوں کی خدمت کے جذبے سے سرشار ہوتا ہے۔ وہ فکری و اعتقادی حساسیت (اس معاملے کی نزاکت) کا ادراک کرتے ہوئے (بمول مسلمانوں کے عقائد کے) ان

تمام لوگوں کے مذہبی اور فکری جذبات کا خیال کرتا ہے جو کوئی بھی عقیدہ رکھتے ہیں یا جو کسی بھی عقیدے پر یقین نہیں رکھتے۔

انسانی اعمال و افعال کی تقسیم و تقویض (حلال، حرام، مباح، مستحب) کا مرکز فرد ہے اور اس کے پیچھے یہ فلسفہ کار فرمائے ہے کہ اس کے ذریعے افراد اور تمام معاشروں کی تعمیر و ترقی اور بہبود ہوتا کہ انسان اپنی اس بنیادی ڈیوٹی کو سرانجام دے سکے جو اس کی تخلیق کا سبب ہے اور اس طرح اللہ کی رضا کا حصول ہو۔

بد قسمتی سے مسلمان ملکوں میں شعبہ طب سے متعلق اسلامی ہدایات و اصول عمومی طور پر طبی دوسرگا ہوں (میڈیکل کالجز) کے نصاب کا حصہ نہیں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان مسائل سے متعلق صرف علم کی کمی ہی نہیں بلکہ شعبہ طب سے متعلق مسلمان ڈاکٹروں اور دوسرے افراد میں اس بات کا احساس تک نہیں رہا کہ یہ تصورات ایک مسلمان کے لئے اللہ کے ایک سچے نائب (خلیفہ) کے طور پر لکھتے اہم ہیں۔ اسلام ایک عملی دین ہے۔ یہ دین فطرت اور ایک آسان دین ہے۔ یہ سختیوں والا دین نہیں ہے۔ اسلام تمام انسانوں کی بہبود کے لئے انسانیت کو مشکلات سے نکال کر آسانیاں دینے والا دین ہے۔ قرآن کریم کی کمی آیات میں اس کو بیان کیا گیا ہے یہاں صرف چند بطور مثال ذکر کی جاتی ہیں:

لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا^۱

"بِرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُخْفِفَ عَنْكُمْ وَخُلِقَ الْإِنْسَانُ ضَعِيفًا"^۲

"وَقَدْ فَصَلَ لَكُمْ مَا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ إِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمُ إِلَيْهِ—"^۳

وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ^۴ -

فَأَتَقْوُا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوا^۵ ——

رسول کریم ﷺ کی احادیث مبارکہ میں بھی یہ بات بیان کی گئی ہے مثلاً آپ ﷺ کا ارشاد ہے "بیسروا ولا تعسروا وبشروا ولا تنفروا" ترجمہ۔ آسانیاں پیدا کرنا و شواریاں نہ پیدا کرنا خوش رکھنے کی کوشش کرنارنجیدہ کرنے کی نہیں (بخاری)۔

أَحَبُّ الدِّينِ إِلَى اللَّهِ الْخَنْفِيَةُ السَّمْحَةُ،^۶ (بخاری) ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے

پسندیدہ دین وہ ہے جو سیدھا اور آسان ہو۔

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ أَنْ تَؤْتَيَ رِحْصَةً كَمَا يَكْرَهُ أَنْ تَوْتِي مُعْصِيَةً،^۷ ترجمہ: اللہ تعالیٰ رخصت کو اسی

طرح چاہتا ہے جس طرح معصیت اور رگناہ کو ناپسند کرتا ہے۔

إن خير دينكم أيسره وإن خير دينكم أيسره،^{۱۰} ترجمہ: تمہارا بہترین دین اس کی آسانی اور سہولت ہے۔

بخاری کی ایک حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے واضح ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا عملی زندگی کا طریقہ بھی یہی تھا کہ اگر دو چیزوں کے درمیان اختیار کرنا ہوتا تو آپ ﷺ آسان تر چیز کو اختیار فرماتے۔ آپ فرماتی ہیں ”نبی کریم ﷺ کو جب دو چیزوں کے درمیان اختیار دیا گیا تو آپ ﷺ نے ان دونوں میں سے آسان تر چیز کو اختیار کر لیا بشرط کہ وہ گناہ کی چیز نہ ہو۔ اگر وہ گناہ ہوتا تو آپ لوگوں میں سب سے زیادہ ان سے دور ہوتے۔۔۔“

اسی بنا پر فقہی قواعد میں بھی آسانیوں اور رخصتوں کا خیال رکھا گیا ہے تاکہ بوقت ضرورت لوگوں کے لئے شرعی حدود کے اندر رہتے ہوئے تکلیف اور مشقت سے نکلنے کے راستوں کی نشاندہی کی جائے۔

لیکن اس کے ساتھ ہی اس بات کا جانا بھی بہت ضروری ہے کہ ضرورت کی تعریف کیا ہے اور ضرورت کے وقت ان سہولتوں سے فائدہ اٹھانے کی حدود کیا ہیں؟ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، ”تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ فَلَا تَفْرِبُوهَا“^{۱۱} اور ”تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ فَلَا تَعْتَدُوهَا وَمَن يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَأُولَئِكَ هُم الظَّالِمُونَ“^{۱۲} اور ”وَمَن يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ“^{۱۳}۔ ان آیات میں وضاحت کے ساتھ یہ حکم دیا گیا ہے کہ اللہ کی حدود کو پہچانو اور ان سے تجاوز مت کرو۔

اس لئے ایک مسلمان ڈاکٹر کے لئے جہاں یہ بات ضروری ہے کہ وہ ضرورت اور رخصت کے مسائل سے واقفیت حاصل کرے وہیں اس کا یہ بھی فرض ہے کہ ان حدود کو پہچاننے کی مکمل کوشش کرے جن سے تجاوز اللہ کی نافرمانی اور گناہ ہو گا۔

انہی باتوں کے پیش نظر یہاں کچھ بنیادی نکات پیش کئے جا رہے ہیں۔

۱۔ ضرورت کی تعریف اور اس کی اقسام

۲۔ مشقت کی تعریف اور اس کے درجات

۳۔ رخصت کی تعریف، اصول اور اقسام

اسی کے ساتھ یہ کوشش بھی کی جائے گی کہ مثالوں کی ذریعے بات کی وضاحت ہو سکے۔

ضرورت:

تعریف: اس کامادہ ضرر ہے اور اس کا مطلب ہے نقصان۔ ضرر جانی یا مالی نقصان کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

علامہ جمیلی[ؒ] نے ضرورت کی تعریف اس طرح کی ہے۔^{۱۷}

”فَالضُّرُورَةُ بِلُوْغِهِ حَدًّا إِنْ لَمْ يَنْأُوْلِي الْمَنْعُ هَلْكَ أَوْ قَارِبَهُ“ یعنی ضرورت ایسی حد تک پہنچنا ہے کہ اگر منوع چیز کا استعمال نہ کرے تو ہلاک ہو جائے یا ہلاک ہونے کے قریب پہنچ جائے۔ علامہ السیوطی[ؒ] نے بھی ضرورت کی ایسی ہی تعریف کی ہے۔ ان حضرات نے ضرورت کو اخظرار (وہ حالت جس میں جان کو شدید خطرہ لاحق ہو) کے ہم پلہ قرار دیا ہے۔ لیکن کچھ دوسرے اہل علم نے ضرورت کی تعریف میں توسعہ کرتے ہوئے اس میں ایسی باتیں بھی شامل کی ہیں جس پر اگر عمل نہ کیا جائے تو نظام حیات میں مشکلات پیدا ہوتی ہیں۔ علامہ علی حیدر نے ضرورت کی تعریف یوں کی ہے ”ضرورت اس حالت کا نام ہے جو شرعاً منوع چیز کے استعمال پر آدمی کو مجبور کرے“^{۱۸} امام شاطبی[ؒ]، وہبۃ الز حلیل اور مفتی تقی عثمانی نے بھی اسی رائے کا اظہار کیا ہے۔ امام شاطبی[ؒ] نے مقاصد شریعہ کی حفاظت کو ضرورت قرار دیا ہے۔

درجہ بندی:

ضرورت کی درجہ بندی تکلیف اور مشکل صورت حال کی شدت کے اعتبار سے کی جاسکتی ہے۔ اور اسی بنیاد پر رخصت لینے یا نہ لینے کا فیصلہ کیا جائے گا۔

تکلیف کی شدت کی بنیاد پر مشقت کی تقسیم:

اس بنیاد پر مشقت کو تین درجوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

۱۔ **مشقت عظیمه:** ایسی تکلیف جو شدت کے اعتبار سے انسانی زندگی یا بقاء حیات کے لئے ضروری اعضا[ؑ] (Vital Organs) کے لئے خطرہ ہو۔ اس حالت میں رخصت کی رعایت سے فالدہ اٹھانا واجب ہے اور اس میں حرام اشیاء کے استعمال کو بھی جائز کیا گیا ہے۔ مثلاً حرام ادویات و اشیاء سے جان لیوا بیماریوں یا زخموں کا علاج کرنا۔ یا گردے کے افعال کی خراب صورت حال میں روزہ کی ممانعت کرنا اور ایسے ہی ضرورت کے وقت ماہرین طب کا صنف مخالف کے جسم کے کسی حصے کا بقدر ضرورت معائنہ کرنا۔

۲۔ مشقت متوسطہ: شدید تکلیف تو ہو مگر جان لیوانہ ہو۔ اس میں رخصت بھی لے سکتے ہیں مگر عزیمت کا راستہ بھی چنے کا اختیار موجود ہے۔ سفر یا بخار میں روزہ رکھنا یا نہ رکھنا۔ ایسی بیماریاں جو عارضی تکلیف کا باعث ہوں۔ جراحت (آپریشن) کے بعد مریضوں کی نماز اور طہارت کے مسائل اور مختلف بیماریوں میں روزے کے مسائل اسی زمرے میں آئیں گے۔ البتہ ڈاکٹر اور مریض دونوں کے لئے اس بات کا خیال رکھنا ہو کہ ان کے کسی فعل یا رائے کے نتیجے میں جان یا عضو بدن کے ضائع ہونے کا امکان نہ ہو۔ اس میں رخصت کا جواز موجود ہے مگر حرام کے استعمال کی اجازت نہیں ہے۔

۳۔ مشقت خفیہ: وہ تکلیف جو بے آسانی / معقول کے طور پر قبل برداشت ہواں میں رخصت کی اجازت نہیں ہے۔ مثلاً ہلاکا اور معمولی بخار یا سر درد وغیرہ۔ صحت مند فرد کے لئے بھی یہ جائز نہیں کہ معقول کی تکالیف اس کی عبادات میں محل ہوں۔ اس میں کوئی رخصت نہیں ہے۔ یہ وہ مقام ہے جہاں ضرورت اور رخصت کی حدود سے نکل کر انسان خواہشات کے علاقے میں داخل ہو جاتا ہے۔ مشقت عظیمہ تو ضرورت میں شمار ہو گی مگر مشقت متوسط حاجت میں۔

ضرورت اور حاجت کے فرق کو فقهاء کرام نے اس طرح واضح کیا ہے، کہ ضرورت کی بناء پر تمام حرام قطعیہ منصوصہ میں اباحت (وقتی طور پر بقدر ضرورت) ثابت ہوتی ہے اور حاجت کی بناء پر حرام قطعی منصوص کی اباحت ثابت نہیں ہوتی البتہ احکام میں تخفیف ہوتی ہے ۱۷۰۰

حالات کے اعتبار سے مشقت کی تقسیم:

۱۔ وقتی اور محدود۔ بعض اوقات کچھ مخصوص حالات بھی مشقت کے دائے کو متعین کرنے میں فیصلہ کرنے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں مثلاً آپریشن کے دوران آپریشن تھیٹر میں اوٹی کے لباس میں ہی نماز پڑھنا جس پر بعض اوقات خون کے معمولی دھبے بھی ہو سکتے ہیں۔ سرجن کا اشد ضروری اور لمبے آپریشن کے دوران روزہ رکھنے یا نہ رکھنے کا فیصلہ کرنا جب کہ روزہ رکھنے کی صورت میں اس ضروری آپریشن کے کرنے سے قادر ہوتا ہو، یا کسی دھماکے یا قدرتی آفت کے رومنا ہونے پر عبادات میں تخفیف کی سہولت سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے اور صرف فرانس پر اتفاق کیا جاسکتا ہے اور جب ضرورت بہت زیادہ ہو تو ادا کی بجائے قضا پر اکتفا کرنا۔

۲۔ عمومی اور پائیدار: معاشرے میں پھیلے مختلف عادات و اطوار بھی مشقت اور رخصت کے فیصلے پر اثر انداز ہو سکتے ہیں مثلاً پیشہ طب اور مخلوط ماحول میں کام۔ ایسی طبی کانفرنسوں میں شرکت جس میں غیر شرعی کام بھی ہوتے ہوں (مثلاً میوزک یا نا محروم سے اختلاط یا غیر مسلم شرکاء کے ساتھ ایک ہی

میز پر بیٹھ کر کھانا جکہ اس میں شراب بھی موجود ہو۔ یہاں اس بات کا خیال رکھا جائے کہ یہ عموم بلوی کی ایک صورت ہے اور اس کا دائرہ عمل مکروہات اور مشتبہات تک محدود ہے۔ اس میں وقتی جواز کو بہانہ بن کر حرام کو حلال کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔

اس کے علاوہ علامہ شاطبیؒ نے ضرورت کی درجہ بندی پانچ مقاصد شریعہ کے مطابق کی ہے۔ جب کہ حمویؒ اور سیوطیؒ نے اس کو اضطرار، حاجت، منفعت، زینت اور فضول کے عنوان سے تقسیم کیا ہے۔

ضرورت کے اسباب:

۱۔ سفر۔ اس سے عبادات میں تخفیف ہو سکتی ہے

۲۔ مرض: یہ صحت کا اعتدال سے ہٹ جانے کا نام ہے۔ مریض کے لئے شریعت کے حکم پر عمل نہ کرنے یا اس میں آسانی پیدا کرنے کی تین بنیادی وجوہات ہو سکتی ہیں۔

۱۔ جان کی حفاظت

۲۔ عضو کی حفاظت

۳۔ مرض کی شدت میں اضافہ یا شفا میں تاخیر

۴۔ اکراہ: وہ حالت جو آدمی کو ایسے فعل یا قول پر مجبور کر دے جو اسے ناپسند ہو۔ حضرت ابن نجیم نے اکراہ کی تعریف یوں کی ہے ”نخطرناک ذرائع یا اس کی دھمکی سے کسی پر داؤ ڈالنا کہ کوئی کام کرے یا چھوڑے“^{۱۸} اس صورت میں عمومی طور پر انسان کی اپنی رضا اور اختیار باقی نہیں رہتے اور اس کو اکراہ تام کہتے ہیں۔

۵۔ نسیان: نسیان بھول کو کہتے ہیں جو بغیر اختیار کے ہوتی ہے اور یہ بھی تخفیف یا رخصت کا ایک سبب ہے۔

۶: جهل: نہ جاننا یا علم میں کمی یا نقص ہونا۔

۷: عسر اور عموم بلوی: کسی منوع چیز کا معاشرہ میں علمی یا عملی طور پر اس طرح عام ہو جانا کہ اس سے احتراز کرنے کی صورت میں لوگوں کو سخت مشقت کا سامنا کرنا پڑتا ہو۔ عموم بلوی وہاں معتمد ہو گا جہاں جواز اور عدم جواز میں علماء امت کا اختلاف ہو۔ اگر ایک مسئلہ کی حرمت پر اتفاق پایا جائے تو باوجود اس سے احتراز مشکل ہونے کے، اس کا ارتکاب منوع ہو گا۔

۸: نقص: جب کسی فرد کی عقل یا بدن میں کوئی نقص پیدا ہو جائے تو اس بنا پر بھی رخصت کا جواز بن سکتا ہے۔

وہ جیلی نے اس کے علاوہ مزید سات اقسام کا ذکر بھی کیا ہے
رخصت کی تعریف:

رخصت کا مفہوم یہ ہے کہ 'کسی منوعہ یا ناجائز عمل کو انسانوں کی بہتری کے لئے (بوقت
ضرورت، بقدر ضرورت، عارضی طور پر) جائز کر دینا۔

رخصت کا مقصد:

رخصت کے ذریعے انسانی اور دفع حرج کا بنیادی مقصد، مقاصدِ شرعیہ [دین، جان، عقل، نسل
(بشوں عزت و آبرو اور، مال] کا تحفظ ہے۔

رخصت کے عوامل:

اعمال کئی طرح کے ہو سکتے ہیں اور فقهاء کرام نے ان کو تین بنیادی قسموں میں تقسیم کیا ہے۔

ضرر:

وہ عمل جس کو برقرار رکھنے کے نتیجے میں جان کے جانے کا یا کسی عضو کے معطل ہونے کا شدید
خطرہ ہو۔ یہ رخصت کا یقینی سبب ہے۔

حاجات:

کوئی ضرورت یا عمل جس کے جاری رہنے سے زندگی کے جانے یا عضو کے معطل ہونے کا خطرہ تو
لاحق نہ ہو لیکن معمول سے زیادہ مشقت برداشت کرنی پڑے۔ یہ رخصت کا محدود سبب بن سکتے ہیں۔
مریضوں کے لئے وضو، طہارت، نماز اور روزے کے مسائل کا بعض حالات میں اسی بنیاد پر کیا جاتا ہے۔

تحسینیات:

وہ امور جو کسی عمل کو خوشنما اور مرغوب بناتے ہیں۔ ان کی اجازت ہو یا مطلوب و مقصود ہوں،
ان سے زندگی یا کسی عضو کو کوئی خطرہ لاحق نہیں ہوتا۔ ان کے کرنے میں کچھ مشقت تو ہو سکتی ہے لیکن
یہ رخصت کی وجہ نہیں بن سکتے۔ لیکن بعض اوقات یہ درجہ اہمیت حاصل کر کے بعض افراد میں
تحسینیات بھی حاجات کا درجہ پالتے ہیں مثلاً اسلام نے کثرت اولاد کو پسند کیا ہے لیکن اگر کسی خاتون کی
صحت کثرت اولاد کی وجہ سے اتنی متاثر ہو کہ اس کا حسن و جمال ختم ہو کر اس کی گھر بیوی زندگی کو متاثر کرے
تو پھر اس کے لئے مانع حمل ادویات کے استعمال کی گنجائش پیدا ہو جاتی ہے۔

فقہ اسلامی میں ضرورت کی بنیاد پر رخصت دینے کے قاعدے:

ان قواعد کی بنیاد کی احادیث اور قرآنی احکام ہیں اور ان میں ایک مشہور اور اہم حدیث ”لا ضرر ولا ضرار“^{۱۹} ہے جو بذاتِ خود ایک فقہی قاعدة بھی ہے۔ اس کے علاوہ فقہا نے کچھ مزید بنیادی قواعد وضع کیئے ہیں جن کی بنابر مشکل کو دور کیا جاتا ہے۔ ان میں سے چند درج ذیل ہیں:^{۲۰}

المشقة تجلب التيسير۔ مشقت (یاد شواری) آسانی لاتی ہے۔

الضرر يزال مشكل كودور کیا جائیگا۔

الضرر الاشد يزال بالضرر الاخف بڑی مشکل (نقصان) کو چھوٹی مشکل (نقصان) کے ذریعے ختم کیا جائے گا۔

”جیع المحرمات تباح بالضرورة“، اشد ضرورت کے وقت تمام ممنوع اشیاء جائز ہو جاتی ہیں۔
الضرر لا يزال بمحله۔ ایک مشکل (نقصان) کو اس کے برابر دوسری مشکل (نقصان) سے دور نہیں کیا جاسکتا۔

الضرورات تبيح المحظورات ضرورت کی بنیاد پر ممنوع چیزوں کی بھی اجازت دی جاسکتی ہے۔
الضرورات تقدر بقدرها ضرورت صرف مطلوبہ مقدار کے مطابق ہی (معتر) ہو گی۔ ممنوعات کی اجازت بقدر ضرورت اور ایک مخصوص مدت تک ہی رہیں گی۔

ما جاز بعد بطل بزاوله جو چیز جس ضرورت کے لئے جائز ہو گی اس عذر ختم ہوتے ہی جواز بھی ختم ہو جائے گا۔

دفع المضرة مقدم على جلب المنفعة: (درء المفاسد أولى من جلب المصالح) مفترض کو دور کرنا حصول نفع پر مقدم ہے۔ (مفاسد کو دور کرنا فوائد کے حصول پر فوقیت رکھتا ہے)۔ العادة محکمة: عادت کسی حکم کی بنیاد بن سکتی ہے۔
رخصت کے اصول:

رخصت کے حوالے سے یہ بات ذہن میں رہے کہ بسا وقات انفرادی معاملے میں رخصت کے مقابلے میں عزیمت پر عمل کرنا ہی زیادہ بہتر ہوتا ہے مثلاً جرود تشدد کے وقت کلہ کفر کہنے کی رخصت ہے مگر توحید کے اقرار پر قائم رہے تو ثواب کا ذریعہ ہے۔ لیکن علاج معالجنة کے میدان میں بسا وقات رخصت سے استفادہ ضروری ہوتا ہے مثلاً ایک سینٹ کی صورت میں زخمی بستر پر پڑے ہوں اور ڈاکٹر عزیمت پر

عمل کرتے ہوئے ذاتی عبادات میں مشغول ہو تو یہ گناہ ہو گا۔ اسے چاہئے کہ فوراً مریضوں پر توجہ دے کر ان کی جان بچانے کی فکر کرے اور نماز بعد میں پڑھ لے۔

رخصت درج ذیل اصولوں کے تحت دی جاسکتی ہے:

- یہ مخصوص حالات و مسائل کے لئے ہے نہ کہ عام قاعدہ، یہ صرف خاص مسئلہ اور حالت تک ہی محدود ہو گی اور اس کا اطلاق دیگر مسائل پر نہیں کیا جائیگا۔
- ”ضرورت“ کے تحت رخصت کی اجازت کے لئے ہر مسئلے کا مشاہدہ اور تجزیہ الگ الگ کیا جائیگا۔
- رخصت، مشقت کی شدت کی بنیاد پر دی جائے گی
- رخصت قابل جواز حدود کے اندر ہو گی۔
- اس کا اطلاق بنی بر حقیقت صورت حال پر ہو گانہ کہ فرضی حالت پر (قاعدہ کلیہ یقین و امکان)
- صرف مکمل آگئی کی صورت میں ہی رخصت دی جائے گی بصورت دیگر اہل علم سے رجوع کیا جائے گا۔

- اس کا مقصد تکلیف اور مشکلات کو دور کرنا ہے نہ کہ لذت و راحت کا حصول
- نیت نیکی (اطاعت) کی ہو گی نہ کہ معصیت (نافرمانی) کی
- رخصت اختیاری ہو گی جبراً نہیں۔ (مشلاً قیدیوں کے معاملے میں، ملازمت (خدمات) کی شرائط میں)
- حق اختیار کا استعمال۔ فرد خود رخصت یا عزیمت کا فیصلہ کرے گا۔ (مشلاً سفر میں روزہ نہ رکھنے کی آزادی یا خلافِ اسلام کارروائیوں پر بنی طیٰ کا فرنسوں میں شرکت)
- اس پر عملدرآمد صرف عارضی (وقتی) ہو گا۔ حالات بہتر ہونے کی صورت میں یا متبادل حل کی موجودگی کی صورت میں رخصت ختم ہو جائیگی۔
- رخصت صرف اسی صورت میں لی جائیگی جب کوئی بھی جائز متبادل حل موجود نہ ہو۔ ایسی صورت حال کہ جس میں حل متبادل موجود ہو ضرورہ کے اصول کے تحت حرام اشیاء یا عمل کی اجازت نہیں دی جائیگی۔

ایک عمومی مثال کے ذریعے اس بات کی مزید وضاحت انتریکس کرتے ہیں۔ موجودہ معروضی حالات میں مرد اور زنانہ ڈاکٹروں کا ہسپتال میں اکھٹے کام کرنا اور مریضوں کی دیکھ بال کرنا ایک مجبوری ہے، لیکن اس اختلاط میں شرعی حدود کا خیال رکھنا بھی لازم ہو گا۔

ضرورہ۔ مردانہ اور زنانہ ڈاکٹروں کا اکٹھے ایک جگہ کام کرنا اور صنف مختلف کے مریضوں کو دیکھنا۔

رخصت : ضروری اور خاص حالات (مثلاً جہاں ایک ہی استعداد کے مرد و خواتین ڈاکٹر علیحدہ علیحدہ موجود نہ ہوں) میں اکٹھے کام کرنے کی اجازت ہو گی اور مریضوں کی دیکھ بال کی جاسکے گی۔ یہی صورت حال طب کی تعلیم میں بھی ہو سکتی ہے۔

حدود: ان حالات میں اختلاط کے شرعی تقاضوں کا خیال رکھا جائے گا اور اختلاط بقدر ضرورت ہی ہو گا۔ کام کے دوران یا بعد میں پارٹیوں (مجاہل، محافل) میں آزادانہ اختلاط اور ہنسی مذاق کی اجازت نہیں ہو گی،۔ مریضوں کے معائنے میں بھی شرعی حدود کا خیال رکھا جائے گا۔

رخصت کی اقسام:

رخصت بنیادی طور پر سات حالات میں دی جا سکتی ہے۔ اسقاط، تنقیص، ابدال، تقدیم و تاخیر، ترجیح اور تغییر۔ جب ان میں سے کوئی بھی حالت موجود ہو تو یہ رخصت کا سبب بن سکتے ہیں۔

اسقاط: اسقاط (معانی): عورت کو حیض کی حالت میں نماز کی رخصت ہے۔

تنقیص: تنقیص (کچھ کی کرنا) سفر میں چار رکعت نماز کم کر کے دور رکعت ادا کرنے کا حکم ہے۔

ابdal: (بدل): بحالتِ ضرورت تیم کی وضو کے بدل کے طور پر اجازت ہے

تقدیم: (مقدم کرنا، پہلے کرنا) ظہر کے ساتھ نماز عصر کو ملا کر وقت سے پہلے ادا کرنا مثلاً عرفات میں ظہر اور عصر کو ملا کر پڑھنا یا ظہر کے وقت آپریشن شروع کرتے وقت یہ یقین ہو کہ آپریشن اتنی دیر سے ختم ہو گا کہ عصر قضا ہو جائے گی۔

تاخیر: (دیر سے، مقررہ وقت کے بعد) مغرب کو دیر کر کے عشاء کے ساتھ ملا کر پڑھنا، (مثال، مزدلفہ، عصر کو آپریشن شروع ہو اور مغرب قضا ہو جائے تو عشاء کے ساتھ پڑھنا)

ترجیح: (رخصت یا اجازت) مردوں کو ریشم پہننے کی اجازت جبکہ دیگر کپڑوں سے الرجی (خارش) وغیرہ کا مسئلہ درپیش ہو۔

تغییر: (حالت میں تبدیلی) بیماری میں بیٹھ کر یا لیٹ کر نماز پڑھنا۔ یا صلوٰۃ خوف ادا کرنا۔

حلال، حرام اور مشتبہات کی پہچان اور علم:

ضرورت یا حاجت کی بنیاد پر رخصت لینے یا دینے کی صورت میں ایک مسلمان ڈاکٹر کے لئے حلال، حرام، مباح اور مشتبہات کے تصور کو سمجھنا ضروری ہے۔ اس لئے درج ذیل سطور میں اس کی مختصر تشریح کی جاتی ہے۔

حرام اور حلال کے متعلق رسول اللہ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے

”اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں جس کو حلال ٹھہرایا وہ حلال ہے اور جس کو حرام ٹھہرایا وہ حرام ہے اور جن کے بارے میں سکوت فرمایا وہ معاف ہیں۔ لہذا اللہ کی اس فیاضی کو قبول کرو، کیونکہ اللہ سے بھول چوک کا صدور نہیں ہوتا۔ پھر آپ ﷺ نے سورۃ مریم کی آیت (اللہ سے کبھی بھول سرزد نہیں ہوتی) تلاوت فرمائی۔“ (ابی یحییٰ، متدرک حاکم) ۲

اسی طرح مشتبہات کے بارے میں آپ ﷺ کی درج ذیل حدیث مشعل راہ کا کام دیتی ہے

حلال واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے اور ان دونوں کے درمیان کچھ چیزیں مشتبہ ہیں جن کے بارے میں بہت سے لوگوں کو معلوم نہیں کہ آیا یہ حلال ہیں یا حرام۔ تو جو شخص اپنے دین اور آبرو کو پہچانے کے لئے ان سے احتراز کرے گا وہ سلامتی میں رہے گا، لیکن جو شخص ان میں سے کسی چیز میں مبتلا ہو گا تو اس کا حرام میں مبتلا ہونا بعید نہیں جس طرح کوئی شخص اپنے جانور منوعہ چراگاہ کے ارد گرد چراتا ہے تو ان کے اندر داخل ہونے کا امکان ہوتا ہے۔ خبردار! ہر بادشاہ کی ایک ممنوعہ چراگاہ ہوتی ہے اور سنو! اللہ کی ممنوعہ چراگاہ اس کی حرام کردہ چیزیں ہیں ”(بخاری و مسلم)

حلال اور حرام کے جمع ہونے کی صورت میں حرام کا حکم لگے گا:

ما اجتماع الحلال و الحرام الاغلب الحرام۔ (مصنف عبد الرزاق) بعض محدثین نے اس حدیث کو رسول اللہ ﷺ سے مرفوعاً نقل کیا ہے (زیعی) اور بعض نے حضرت عبد اللہ بن مسعود سے موقوفاً روایت کی ہے۔ فقہاء نے ذیل کا اصول نکالا ہے۔

”جب ایسی دو دلیلوں کا ٹکراؤ ہو جن میں سے ایک سے حرمت ثابت ہوتی ہو اور دوسرا سے اباحت تو حرمت کو مقدم رکھا جائیگا۔ مثلاً اگر مردار کی چربی تیل کے ساتھ مل جائے تو ایسے تیل کا استعمال جائز نہیں ہو گا۔“

جس چیز کا لینا حرام اُس کا دینا بھی حرام ہے۔ ماحرم اخذہ حرم اعطائہ۔ جس کا لینا حرام ہے اُس کا دینا بھی حرام ہے۔ جیسے سود، رشوت، کہانت وغیرہ کی اجرت۔ جس فعل کا کرنا حرام اُس کا دوسرے سے مطالبہ بھی حرام ہے۔ ما حرم فعلہ حرم طلبہ۔ جس فعل کا کرنا حرام ہے دوسرے سے اُس کا مطالبہ بھی حرام ہے۔

ان عوامل کی موجودگی میں ایک مسلمان ڈاکٹر کے لئے مشتبہات کے بارے میں فیصلہ کرنا بہت اہم مسئلہ ہوتا ہے۔ کیونکہ کئی موقع پر ایسے ہی معاملات درپیش ہوتے ہیں جن کے بارے میں اسے بہر حال کوئی فیصلہ کرنا ہوتا ہے۔ ان حالات میں اس کے فیصلے کی بنیاد اس کا اپنا علم، تقویٰ اور نیت ہی ہیں۔ ایسی صورت میں اس کے لئے راہِ عمل نبی کریم ﷺ کا وہ فرمان مشعل راہ کا کام دیتا ہے جس میں آپ ﷺ نے ایک صحابی کو بطور مشورہ فرمایا کہ ایسی صورتِ حال میں دل کی کیفیت کو مد نظر رکھ کر انسان خود فیصلہ کرے کہ اس کا ضمیر اس سے مطمئن ہے یا نہیں؟ آپ ﷺ کافرمان ہے:

"يا وابصه! واستفت نفسك، البر مااطمئن اليه القلب، واطمأنت إليه

النفس والإثم ما حاك في النفس وتردد في الصدر وإن أفتاك الناس وأفتووك".^{۲۳}

ترجمہ: اے وابصہ! تم اپنے دل سے پوچھ لیا کرو، اپنے نفس سے پوچھ لیا کرو۔ نیکی کا کام وہ ہے جس پر دل اور نفس مطمئن ہو جائے۔ اور گناہ کا کام وہ ہے جو دل میں کھکھلے اور سینے میں تردد ہو۔ اگرچہ لوگ تمہیں فتویٰ دیں یا فتویٰ دے دیا ہو۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اس موقع پر اپنے دل کو ہی مفتی بنا کر اُس سے دریافت کیا جائے کہ کیا یہ رخصت لینا یادینا جائز ہے؟ چنانچہ جس صورت میں مریض کا فائدہ ہو اور بد دیانتی اور بد نیتی موجود نہ ہو اسے اختیار کیا جائے۔ لیکن یہاں یہ بات بھی واضح رہے کہ یہ اس دل کی بات ہو رہی ہے جس میں حرام و حلال جاننے کا نہ صرف مخلصانہ جذبہ موجود ہو بلکہ ساتھ ہی اس کے جاننے اور سمجھنے کی مسلسل تڑپ رکھتا ہو اور عملی جدوجہد بھی کرتا ہو۔ اس حدیث میں ایک مومن کی بات کی گئی ہے اور ظاہر ہے کہ مومن کے لئے ہر معلمہ میں قرآن و سنت ہی راہ نمائی اور مأخذ قانون ہے۔ قرآن و سنت سے آزادی کسی مومن کے نہ شایان شان ہے نہ اس کے لئے جائز۔

یہ اس شخص کے دل کی بات نہیں ہو رہی جس کے بارے میں رسول کریم ﷺ نے ایک دوسری حدیث میں تفصیل بیان کی کہ ابتداء میں تو اس پر گناہ سے ایک کالا دھبہ لگ جاتا ہے لیکن پھر گناہ کرتے کرتے وہ دل پورے کا پورا کالا ہو جاتا ہے۔ اور پھر اس میں حق کی پہچان ختم ہو جاتی ہے۔

اس حدیث کے بارے میں امام غزالی نے فرمایا کہ اس کا تعلق کسی عمل کے مباح اور جائز ہونے کے فتویٰ کے ساتھ ہے۔

اگر کسی معاملے میں حرام کا فتویٰ موجود ہے پھر تو اس کام سے رکنا لازم ہے، یہاں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اگر مفتی کسی چیز کی حرمت کا حکم دے تو پھر بھی ہم دل سے پوچھیں بلکہ جس چیز کی حرمت کا فتویٰ آجائے اس پر عمل درآمد ہو اور خواہ مخواہ محترمات مکروہات اور مشتبہات کے ارتکاب کی عادت نہ ڈالی جائے ورنہ پھر اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کے صریح حکم کو توڑنے کی نوبت آنے میں بھی دیرنہ لگے گی اور نہ ہی وہ گناہ محسوس ہو گا۔ اس بات سے بھی مکمل اجتناب کیا جائے کہ اس بنا پر نعوذ باللہ اپنے دل کو قرآن و سنت کی طرح شارع کا درجہ دے کر گمراہی کا شکار ہوں اور اپنی یا مریض کی خواہش پر کوئی فیصلہ کیا جائے۔ اعاذنا اللہ من ذالک

یہاں یہ بات ذہن میں رکھی جائے کہ حرام دواؤں کے استعمال میں رخصت کے لئے ضروری ہے کہ ڈاکٹر غلبہ ظن کے دائرے میں یہ مشورہ دیں کہ اس سے بیماری ختم یا اس میں اتنی کمی آسکتی ہے کہ بیماری انسان کے تحمل کے دائرے میں آ جائے۔ اس کے ساتھ یہ بھی ضراری ہے کہ ایسی کوئی تبادل دوائی موجود نہ ہو جو اس فرض کے علاج میں کارآمد ہو۔

ضروری نوٹ:

اس تحریر میں عربی زبان کی کتابوں سے لئے گئے حوالہ جات اور زیادہ تر احادیث جامعہ عثمانیہ پشاور کے "شعبہ تخصص فی الفقه الاسلامی والافتاء" کے درج ذیل وغیر مطبوعہ مقالوں سے لئے گئے ہیں۔ شریعت میں ضرورت کا دائرة کار۔ مقالہ نگار ابو بکر الکوثری۔ زیر گرانی، حضرت مولانا مفتی غلام الرحمن صاحب دامت برکاتہم العالیہ اسباب تخفیف اور احکام شرعیہ۔ مقالہ نگار انوار الحق عثمانی۔ زیر گرانی، حضرت مولانا مفتی غلام الرحمن۔

حوالی و حوالہ جات:

- القاری، ملا علی، مرقاة المفاتیح فی شرح مشکاة المصایب، باب: الایمان بالقدر، ج، ص: ۳۵۰، دار صادر، بیروت، لبنان، ۱۹۹۵ء؛ المناوی، عبد الرؤوف، فیض القدیر فی شرح الجامع الصغیر، ج، ص: ۲۲۳، المکتبۃ التجاریۃ الکبری، اسکندریہ، مصر، ۱۳۵۶۔

٢٨٦. سورة البقرة: ٢

٢٨٧. سورة النساء: ٣

٢٨٨. سورة الانعام: ١١٩

٢٨٩. سورة الحج: ٧٨

٢٩٠. التغابن: ١٦

٧. البخاري، محمد بن إسماعيل، كتاب الأدب، باب قول النبي صلى الله عليه وسلم يسروا ولا تعسروا وكان يحب التخفيف واليسير على الناس، ج ٣، ص: ١٣٣، حديث نمير: ٥٧٧٣ دار إحياء التراث العربي، بيروت، لبنان، ٢٠٠٣ء؛

٨. البخاري، كتاب الإيمان، باب الدين يسر، ح ١، ص: ٢٣

٩. ابن خزيمة، محمد بن إسحاق، باب استحباب الصوم في السفر، ج ٢، ص: ٩٧٥ تحقیق: محمد مصطفی الأعظمی، المکتب الاسلامی، بيروت لبنان، ٢٠٠٢م

١٠. أبو عبد الله الشیبیانی، احمد بن حنبل، مسنون احمد بن حنبل، حديث مجنون بن الأدرع رضي الله عنه، ج ٢، ص: ٤٧٩، مؤسسة قرطبة، قاهرة، مصر، ٢٠٠٥ء

١١. البقرة: ١٨٧

١٢. البقرة: ٢٢٩

١٣. الاطلاق: ١

١٤. الجموي احمد بن محمد الحنفي، غمز عيون البصائر: ١-٥٢، ادارة القرآن وعلوم اسلامیہ کراچی۔

١٥. الیوطی، جلال الدین عبد الرحمن بن ابی بکر، الاشیا والنظائر: ٦-٢، دار المکتب العلمیہ بیروت علی حیدر، دررالاکام: ١-٣٨ المکتبۃ العربیہ کوئٹہ

١٦. مولانا مجاهد اسلام قاسمی، جدید فقہی مباحث صفحہ ٩، ادارۃ القرآن وعلوم اسلامیہ کراچی

١٧. زین الدین بن نجیم، بحر الرائق: ٨-٥٠ مکتبہ رشیدیہ

١٨. طبرانی فی الا وسط

١٩. ڈاکٹر محمود احمد غازی۔ قواعد کلیہ اور ان کا آغاز وارتقا (مع اذافات)۔ صفحہ ٨١-١٢ طبع دوم ٢٠١٣ شریعہ اکیڈمی میں الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد

٢٠. مولانا محمد نعمان صاحب۔ قواعد الفقہ طبع جدید ٢٠١٣ صفحہ ٧-١٣٦ اولے ٢٢٧-٢٢٨ ادارۃ المعارف کراچی

^{۲۲} اسلام میں حلال و حرام صفحہ ۱۸۔ ۱۹۔ تالیف: علامہ یوسف القرضاوی۔ ترجمہ: نشس پیرزادہ۔ مکتبہ اسلامیہ لاہور

^{۲۳} . مسنند احمد، حدیث وابصۃ بن معبد الأُسدي، ج ۴، ص: ۲۲۸